ہائے ہائے دردا وائے دریغا بنرے یہ کیا کر گئے ہو

ٹکڑے ٹکڑے تیغ جفا سے بیٹوں کا دیکھوں ہوں بدن
شادی کی داماد کی گویا لوہو سے بھر کر دھری لگن
خاک اور خون کے بیچ وہ ظالم ڈال گئے شاہی کا تن
ہائے ہائے دردا وائے دریغا سر نیزے پر دھر گئے ہو

گھوڑے کے اوپر چڑھ بیٹھے ہی نوشہ نے لی رن کی راہ
جو ساتھی اودھر سے پھرا سو آیا بھرتا آہ پر آہ کو
گھونگھٹ میں سے گوٹ کے جھانکی سن وہ دلہا کا حال بد
ہائے ہائے دردا وائے دریغا بولی دولھن گھر سے گئے ہو

کس کس کا لے نام میں بیٹوں میں سبھی کب آتے ہیں
سوا ای لوٹ جیوا سب مل لوہو میں غوطے کھاتے ہیں
رن میں دو دیا ایک کسو کے آ کر مارے جاتے ہیں
ہائے ہائے دردا وائے دریغا میرے گھر کا گھر گئے ہو

مطلب بانو پیٹ کے سر کو پیٹ رہی تھیں اس دستور
گرد کھڑے روتے تھے اُن کے جن و پری تا حور
انسان یوں کہتے تھے سودا ارض و سما کو کر بے نور
ہائے ہائے دردا وائے دریغا دین کا اب آخر کر گئے ہو

مرثیۂ حضرت امام

سن لو محبان نندن جنگ کے خون میں سے جاری ہے
جس کو دیکھو شہ کے غم کا تیر جگر میں کاری ہے
پربت سے بھی زیادہ کہیں ہر دل میں یہ دکھ بھاری ہے
پائے کے مانند جو دیکھو بے کل یہ تھی ساری ہے

کون ہے ایسا جس کے سر پہ مٹھی بھر بھی نہیں ہے خاک
ایسا میں دیکھا نہ کسی کو جس کا ہو نہ گریبان چاک

ہر ایک الم سے یہ چاہے ہے اپنے تئیں کو کرے ہلاک
بجز ہی سوا اس غم سے اُس کو جینے سے بیزاری ہے

کوئی کہے ہے چھوڑ دیا رو یہ غم ہے تو جینا کیا
دنیا میں اب ہم کو وہ کر ٹھنڈا پانی پینا کیا

یہ کہہ کے اب ہر اک باہم ثابت رکھے سینا کیا
کوئی چھری ڈھونڈھے ہے ہر دم کوئی کھینچے کٹاری ہے

پہلو میں وہ کونسا دل ہے جس کو ہوگا صبر و قرار
جو کوئی ہے تیغ الم سے پھرتا ہے وہ سینہ فگار

کافر کے بھی نصیب نہ ہو وہ جھیلے ہے یہ ہر درد و الم
حال جو کچھ کربل کے بن میں آلِ نبی پر طاری ہے

خاک اور خوں میں جا ہے خون کی نیزہ و تیر و شمشیر کھانو
ہاتھ جو ایدھر کو پھڑکے ہے تو ادھر کو تڑپے ہے پانو

ایسے جور و جفا سے یارو کشتہ نہ ہو کافر کا تو
بستی گھر کی فاطمہؓ کی جون کربل میں لاماری ہے

جو بیجان اس بن میں پڑا ہے اُس کو نہیں ہے گور و کفن
رات کو وہ شبنم میں بھیگے دن کو دھوپ میں سُوکھے تن

تیغ بلا سے بچا جو کوئی عریاں اُس کا ہے یہ بدن
چادر تک اب ایک کے سر پر نے چھاتی نہ ساری ہے

جس کو دیکھو ضعف سے اُن میں جان رہی ہے اب لب پر
فاقے پر ہے فاقوں کو کاٹیں ہیں یوں شام و سحر

پیٹ بھرے ہیں بھوک میں جن دم کھا کر اپنا خون جگر
اشک سوا پانی جو مانگیں نہ میٹھا نہ کھاری ہے

پشت شتر پر ہر اک دن کو دھوپ میں کاٹی ہے منزل
رونے سے اطفال کے شب کو آنکھوں میں ہے چین اک پل

اُن میں سکینہ باپ کی خاطر تڑپے ہے جیسے بسمل

موت کے نزدیک اس حالت مین عابد کی بیماری ہے

پیادہ پا خارستان مین وہ اُسکے بدن پر تب ہے شدید
ٹھنڈی سانس بغیر انا اُس کو کب ہے میسر کچھ تبرید
اُس نے بھی جینے کی ہرگز اب نہ کسی کو ہے امید
کہتے ہین کیا جیوے وہ جو دوا غذا سے عاری ہے

دھوپ مین پیادہ پا ہے برہنہ خارستان مین چلے ہے راہ
جو ظلم آگے آجاتا ہے جو رکھے ہے پیش نگاہ
ہے ایسا کچھ اُس سرور کا ضعف کے لٹ حال تباہ
چہرے کا رنگ اس کے گا ہے زرد گہے زنگاری ہے

ظلم کو اُس پر جتنا کیجے اُس سے بھی وہ زیادہ ہے
شامی گھوڑون پر ہین سوار اور وہ مظلوم پیادہ ہے
درد و الم سے رگ رگ اُس کی ہر لحظہ آمادہ ہے
تپ کی شدت سے اور اُس کو گہ غش گہ ہشیاری ہے

کوہ جو ہو تو آب ہو جاوے رنج و تعب ہو یہ جس پر
جب سے دنیا خلق ہوئی یہ ظلم ہوا ہے کہ کس پر
اُس سے یہ حالات عزیزو دیکھو غضب اب یہ تس پر
طوق گلے مین اُس بیکس کے تن کی وزن سے بھاری ہے

چین نہ اُس کو روز نہ آرام نہ اُس کو وقت شب
منزل چلنے کا اس صورت صبح سے لے تا شام تعب
ٹک جو ٹھہرتا کرتے اشارا چوب سے اُسکو ملکر سب
کوئی ملعون سمجھا نہ اتنا یہ لڑکا آزاری ہے

مان بہنین اور پھوپھیان اُسکی دیکھ کے اُس کا یہ احوال
کوٹے ہین وہ چھاتی اپنی نوچے ہے وہ سر کے بال
لوہو کے انجھوان سے رو رو کر کہتی ہین اے میرے لال
حال ترا ان آنکھون دیکھین کیا اب زیست ہماری ہے

وارث جو تھے مارے پڑے ہیں تیغ ستم سے رن کے بیچ
کرا ہو چھانے والا اب کون کسو کے دہن کے بیچ
لتّا رہا نہ پوشش کی جا جامہ میں کسی کے تن کے بیچ
سر پہ ہمارے زور طرح کی رسوائی اور خواری ہے

کاش ہمیں بھی یہ ظالم اب اُن کی طرح سے ڈالیں مار
کب تک دیکھیں ایسا دکھ اور درد کریں کس سے اظہار
کن آنکھوں سے دیکھیں ہم سب حال ترا یہ زار و نزار
زیست کی جو آسانی سے سو ہم پر اب دشواری ہے

سن کے یہ بات اہل حرم سے کہنے لاگا یوں سجاد
اتنی کرو ہو بیتابی کیوں کس خاطر یہ کچھ فریاد
باپ چچا بھائی نے دی ہیں کربل میں جانیں برباد
شام جو ہم کو لیجاتے ہیں واں ہم سب کی باری ہے

ظلم و ستم ہے نام جنھوں کا سو وہ سنی نہ دیکھی ہم
اوپر سے ایسا کچھ ہم پہ ہوتا آیا ہے پیہم
جینے کی یاں شادی کس کو مرنے کا اب کس کو غم
ہم لوگوں کی روز ازل سے یوں تقدیر سنواری ہے

سنگ جفا سے پہلے ہوا ہے نانا کا یوں دانت شہید
دادا کے پھر سر پہ لگا تیغ ستم سے زخم شدید
میرے چچا کے جگر کے ٹکڑے طشت میں آکر ہوئے پدید
بابا کے حلقوم کٹے سے آہ اب تک خون جاری ہے

مطلب عابد اہل حرم کو یہ کہہ کہہ سمجھاتا تھا
آنسواں کے ان باتوں سے جوں توں کر پچھواتا تھا
شام کو شام ان مردودوں کی پاے برہنہ جاتا تھا
کہنے سے احوال آگے کا منہ میں زباں یہ عاری ہے

بس اب ہو خاموش تو سودا اس سے آگے کچھ مت کہہ

خلقت کا دل اور جگر چین جانے لگا آنکھوں سے بہ

پڑھکر ماتم کی مجلس میں یہ مصرع تو سا کت رہ
مانع شہ کے غم کرنے کا جو ہے سودا ناری سے

مرثیہ حضرت امام

کہیں فاطمۂ نبی لوری کہو میں نہ روؤں تو کیا کروں
مرے سر پہ ہوئی جو یہ جفا کہو میں نہ روؤں تو کیا کروں

ترے آگے احمدؐ مجتبیٰ کہو میں نہ روؤں تو کیا کروں
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو میں نہ روؤں تو کیا کروں

ترا غم نہ دل سے مرے ٹلا کہ کٹا جگر مرے کا گلا
خنجر جفا سے بکر بلا ستم فلک سے ہے یہ برملا

مرا اس سے بس نہ ذرا چلا کرے منصفی کوئی تو بھلا
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو میں نہ روؤں تو کیا کروں

کرے غور اسے کوئی ایک دم جگر حسنؑ کرے ٹکڑے سم
ہے حسینؑ تشنہ کا سر علم تہ تیغ ہیں سبھی یک قلم

کروں صبر ہوا گر ایک غم جو ستم پہ میرے پڑے ستم
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو میں نہ روؤں تو کیا کروں

مرے سینے کا جو سرور ہو ترے چشم کا بھی وہ نور ہو
بدن اُس کا زخموں سے چور ہو یہ غضب کہ سر پہ تنور ہو

اگر اشک کا یہ وفور ہو سر نہ فلک سے عبور ہو
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو میں نہ روؤں تو کیا کروں

یہ ستم کسو نے نہیں سہا جو فلک سے دل پہ مرے رہا
مرے وہ پسر لہو میں نہا دم دہوش تو نے بجے کہا

روؤں اسقدر میں اگر شہا مرا رونا کو ہو نگو دے بہا
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو میں نہ روؤں تو کیا کروں